بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ گورداس پوری رحمۃ اللہ علیہ

☆......☆......☆ محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد ☆......☆......☆

بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند کے نامور اہل حدیث عالم دین تھے انہوں نے دعوت و تبلیغ کے میدان میں اپنی خطیبانہ صلاحیتوں' بلند آہنگ خطابت اور حکیمانہ اسلوب وعظ سے لوگوں کو توحید و سنت کا عامل بنایا اور انہیں ''صراط مستقیم'' دکھا کر نیک نام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد عبداللہ صاحب کو علم و عمل کا حظ وافر عطا کیا اور بے پناہ اوصاف و کمالات سے نوازا تھا۔ آپ جماعت اہلحدیث کے لیے عظیم سرمایہ تھے۔ گذشتہ صدی کی جماعتی تاریخ انہیں نہ صرف یہ کہ ازبر تھی بلکہ بہت سے واقعات کے آپ عینی شاہد تھے۔ جب زبان کو حرکت دیتے تو اکابر کے واقعات بیان کرتے چلے جاتے۔ شیخ الاسلام فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اور ان سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اسی پر بس نہیں بلکہ ان سے متعلق نادر معلومات اور واقعات بھی فراہم کرتے۔ بلاشبہ ہمارے یہ بزرگ معلومات کا بحر ذخار اور ہماری جماعتی تاریخ کا چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا تھے۔ بڑے ہی شگفتہ مزاج' لطیفہ گو' مرنجا مرنج اور باغ و بہار طبیعت کے انسان تھے عبوست و یبوست سے کوسوں دور رہتے۔' ان کی بذلہ سنجی اور خوش طبعی کے قصے زبان زد عام ہیں۔

نہایت بااخلاق' بلند کردار' نیک طینت' شریف النفس' خوش گفتار' مہمان نواز اور منکسر المزاج عالم دین تھے۔ وہ میرے بہت ہی پیارے اور محترم بزرگ دوست تھے۔ ان سے عقیدت و محبت کا ناطہ ربع صدی تک قائم رہا میں نے پہلی بار انہیں 1988ء کے ماہ ستمبر کے وسط میں دیکھا تھا۔ وہ مولانا بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے سلسلے میں منعقدہ کانفرنس میں تشریف لائے تھے۔ یہ تعزیتی جلسہ سمن آباد فیصل آباد کے بلال پارک (کوئلے والی گراؤنڈ) کے مشرقی کونے پر مولانا بشیر صدیقی کے گھر کے قریب ہوا تھا۔ میں سٹیج کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ مولانا عبداللہ صاحب مائیک پر آئے۔ میانہ قد' متناسب جسم' سفید داڑھی' نظر کے چشمے کے پیچھے ذہانت کی غماز چمکتی آنکھیں' سر پر کلے کے اوپر سفید طرے دار پگڑی' سفید شلوار اور قمیص اوپر سے واسکٹ زیب تن' پاؤں میں کھسہ۔ انہوں نے اپنی کڑک دار آواز میں

السلام علیکم کہا۔ میرے برابر میں میرے ماموں کا پڑوسی یٰسین سلفی بیٹھا تھا وہ سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا بابا بور اور رونق لاؤ گا'' اب باباجی کا وعظ شروع ہوا۔ خطبہ مسنونہ پڑھ کر انہوں نے علم اور عالم دین کی عظمت بیان کرتے ہوئے مولانا بشیر صدیقی مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کی دینی خدمات کو سراہا۔ پھر گویا ہوئے کہ لوگو! اپنے بچوں کو دین پڑھاؤ اسی میں تمہاری نجات ہے۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے اپنی دینی تعلیم کے متعلق بتایا کہ وہ نویں کلاس میں پڑھتے تھے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر سے متاثر ہو کر دینی تعلیم کی طرف آئے اور آج اللہ نے یہ مقام دیا ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب کا یہ وعظ کوئی گھنٹہ بھر جاری رہا' لوگ از حد متاثر ہوئے اور انہوں نے بھی دوران تقریر اپنی شیرینی گفتار سے سامعین کو خوب محظوظ کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے ان کا وعظ سنا اور ان سے متاثر ہوا۔ مجھے شروع دن سے ہی تاریخ سے دلچسپی رہی ہے اور مولانا عبداللہ صاحب کی تقریروں میں میرے ذوق کا بہت سا مواد موجود تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ذوق کی تسکین کے لئے ان کی بہت سی تقریریں سنیں۔ اب تلک ان سے عقیدت کا سلسلہ یک طرفہ تھا۔ 3 مارچ 1999ء کو جماعت کے عظیم نغز گو شاعر اور مصنف مولانا عبدالرحمان عاجز مالیر کوٹلوی نے فیصل آباد میں وفات پائی۔ ان سے میرے قریبی دوستانہ مراسم تھے۔ ان کی وفات پر میں نے ایک مضمون لکھا جو ''الاعتصام'' لاہور کی دو اشاعتوں میں شائع ہوا۔ مولانا عبداللہ صاحب نے وہ مضمون پڑھا اور متاثر ہوئے۔ 6 اگست 1999ء کو مولانا صاحب مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد میں انعقاد پذیر سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں تشریف لائے۔ میں ان دنوں دینی کتابوں کی ایک دکان میں ملازم تھا۔ مولانا تقریر کر کے رات ایک بجے مسجد سے نیچے آئے۔ تو مکتبہ میں تشریف لائے۔ حال احوال کے بعد مجھے پوچھنے لگے'' کا کا تیرا ناں کی اے''! میں نے بتایا محمد رمضان یوسف سلفی۔ کہنے لگے ایک بار پھر بتاؤ' میں نے دوبارہ اپنا نام بتایا۔ اب فرمانے لگے' مولانا عبدالرحمان عاجز پر الاعتصام میں مضمون تم نے لکھا تھا؟ میں نے ادب سے عرض کیا جی ہاں میں نے لکھا تھا۔ یہ سن کر مولانا عبداللہ صاحب خوش ہوئے اور کہنے لگے بہت خوب...... انہوں نے میرے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور تھپکی دی' اچھے الفاظ میں میری حوصلہ افزائی کی اور فرمانے لگے۔ مولانا عاجز مرحوم پر میں بھی کچھ لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ لیکن تمہارا مضمون اتنا اچھا تھا کہ میں نے نہ لکھنے کا فیصلہ کیا کہ میں اس سے اچھا نہیں لکھ سکوں گا'' یہ مولانا صاحب کی راقم پر شفقت اور میرے بارے حسن خیال تھا۔ کہ انہوں نے

ان الفاظ میں میرا حوصلہ بڑھایا۔اس ملاقات کے بعد ان سے میرے گہرے دوستانہ مراسم قائم ہو گئے۔وہ فیصل آباد تشریف لاتے تو ٹیلی فون سے اپنی آمد کی اطلاع دیتے۔اور مکتبہ رحمانیہ پر تشریف لاکر ملاقات کا شرف بھی بخشتے۔نومبر 2001ء میں وہ فیصل آباد تشریف لائے کلیہ دارالقرآن والحدیث جناح کالونی میں تقریب بخاری کے موقع پر رات کو ان کی تقریر تھی۔میں بھی سامعین میں تھا۔مولانا دوران تقریر تاریخی واقعات سنا رہے تھے کہ کہنے لگے۔رمضان سلفی یہاں ہے؟میں نے ہاتھ بلند کر کے اپنی موجودگی کو ظاہر کیا' مولانا فرمانے لگے سلفی سٹیج پر آ کر بیٹھو یہ سلفیوں کا اسٹیج ہے''25 مئی 2007ء کو انہوں نے فیصل آباد کے محلے اسلام نگر کی مدنی مسجد اہل حدیث میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔میں جب مسجد میں داخل ہوا تو وہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔دیکھتے ہی محبت بھرے لہجے میں کہنے لگے۔مہک آئی ہے کہ رمضان سلفی صاحب تشریف لائے ہیں۔یہ الفاظ ان کے کمال شفقت کے آئینہ دار ہیں۔میں دوبار بورے والا ان کے ہاں گیا۔وہ بڑی محبت سے پیش آئے اور بڑی مہمان نوازی کی۔ چند سال پہلے ہمارے دوست مولانا سعید احمد چنیوٹی صاحب نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کا ان کے اخبار اہل حدیث امرتسر سے ''سفرنامہ حجاز'' مرتب کر کے شائع کیا۔ان دنوں مولانا عبداللہ صاحب فیصل آباد آئے ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے فون کیا میں نے ان کو اس سفرنامے کے متعلق بتایا تو وہ بے چین ہو گئے اور فرمانے لگے میں اپنے نواسے کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں اس کو یہ سفرنامہ دے دیں میری دوپہر اچھی گزرے گی۔کیونکہ وہ شیخ الاسلام کے ارادت مند تھے اور ان کی تحریریں بصد شوق پڑھتے تھے۔راقم کی چند سال میں اہل حدیث شخصیات پر پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کتابوں کے نام ہیں' مولانا عبدالوہاب' دہلوی اور ان کا خاندان' جار اللہ کے ولی' عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں علمائے اہل حدیث کی مثالی خدمات' مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ حیات وخدمات'' اور'' پیکر اخلاص مولانا محمد ادریس ہاشمی رحمتہ اللہ علیہ' میں نے یہ تمام کتب مختلف ادوار میں برادرم سہیل اظہر کے ذریعے ان کی خدمت میں پیش کیں اور انہوں نے ان کے مطالعہ کے بعد راقم کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔وہ کھلے ظرف اور اعلیٰ اخلاق کے انسان تھے۔ باوجود تنظیمی اختلاف کے اکابرین جماعت کا بڑا احترام کرتے۔1950ء کی دہائی میں ایک بار جماعت غرباء اہل حدیث کے امام مولانا حافظ عبدالستار محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ارادت مندوں سے ملنے بورے والا تشریف لائے۔مولانا عبداللہ صاحب کو ان کی آمد کا معلوم ہوا تو وہ بنفس نفیس امام صاحب کی

خدمت میں پہنچے اور اصرار کر کے ان کو اپنی مسجد میں لے آئے اور کئی دن تک انہیں نہایت عزت اور احترام سے اپنے ہاں رکھا۔ مرحوم کے صاحبزادے محترم ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر (المعروف ڈاکٹر بہاؤ الدین حفظہ اللہ) نے راقم کو بتایا کہ ان دنوں مجھے امام عبدالستار رحمۃ اللہ کی خدمت کا موقع ملا تھا۔ بلاشبہ وہ اسلاف کی یادگار تھے میرے دوستانہ مراسم ان سے بھی تھے ان کے بیٹے ڈاکٹر بہاء الدین سے بھی ہیں اور ان کے پوتے سہیل اظہر سے بھی۔ اب آیئے ان کے حالات وواقعات کی طرف۔ یہ وہ معلومات ہیں جو ہمیں یا تو مولانا عبداللہ صاحب سے بالمشافہ ملاقاتوں سے حاصل ہوئی ہیں۔ اور کچھ باتیں ہم نے اپنے مرشد عالی قدر مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کی ''بزم ارجمنداں'' سے مستعار لی ہیں۔ مولانا عبداللہ صاحب 1916ء میں ضلع گورداس پور (بھارت) کے ایک مقام ''وڑائچ'' میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی حکیم امام الدین تھا۔ جو علمائے کرام اور واعظین عظام کی عزت وتوقیر میں اس نواح میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ نیک اور صالح تھے۔ ان کا یہ بچہ کچھ بڑا ہوا تو انہوں نے اسے سرکاری سکول میں داخل کرا دیا۔ جہاں بچے نے مڈل کا امتحان امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا۔ بعد ازاں خالصہ ہائی اسکول بھاگووال میں داخل کرا دیا گیا۔ مولانا عبداللہ صاحب نویں جماعت کے طالب علم تھے کہ ان کے علاقے میں ایک بہت بڑا تبلیغی جلسہ ہوا۔ وہ اس میں شریک ہوئے اور انہوں نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریریں سنیں۔ انہوں نے اس قدر تاثر لیا کہ سکول کی تعلیم چھوڑ کر دینی تعلیم کی طرف راغب ہو گئے۔ انہیں بٹالہ میں قائم مدرسہ دارالسلام میں داخل کرا دیا گیا۔ یہ مدرسہ وہاں کی انجمن خادم المسلمین کے زیر انتظام تھا اور اس میں حضرت مولانا عطاء اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اس علاقے کے جید عالم دین تھے فریضہ تدریس ادا کرتے تھے۔ ان نیک اور متقی عالم دین کو اگست 1947ء میں سکھوں نے شہید کر دیا تھا۔ یہ بزرگ عالم دین تفسیر، حدیث، منطق، صرف نحو اور دیگر اسلامی علوم میں کامل ورک رکھتے تھے۔ ان سے کئی طلبا نے اکتساب علم کیا اور پھر وہ نامور ہونے کے ساتھ نیک نام بھی ہوئے۔ مولانا عطاء اللہ شہیدؒ کے شاگردوں میں مولانا عبدالعزیز سعیدی، مولانا اسماعیل ذبیح، مولانا عبدالعظیم انصاری، حافظ عبدالحق صدیقی، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف جیسے علماء کے نام ملتے ہیں۔ ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھی اسی یگانہ روزگار عالم دین کے نہایت لائق اور چہیتے شاگرد رشید تھے۔ انہوں نے درس نظامی کی مکمل تعلیم مولانا عطاء اللہ شہید سے حاصل کی۔ ذہین طباع طالب علم تھے، ذہن رسا پایا تھا

جو پڑھتے ازبر ہو جاتا۔ نیک طینت استاد کو اپنے اس شاگرد پر ناز تھا اور وہ اسے اپنے گھر کا فرد سمجھتے تھے ۔مولانا عطاء اللہ شہید کے صاحبزادے حافظ محمد سلیمان صاحب ایم اے ایڈ میرے نہایتؒ پیارے بزرگ دوست تھے۔ وہ میرے قریبی محلہ میں ہی اقامت پذیر تھے‘ان سے اکثر ملاقات رہتی‘ وہ تصنیف وتالیف کا بڑا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ عرصہ دراز تک محکمہ تعلیم میں آفیسر رہے۔ انہوں نے 29 اگست 2008ء کو فیصل آباد میں وفات پائی۔ انہوں نے تین کتابیں‘ درود وسلام‘ توحید پر ایمان‘ شرک سے بیزاری‘ اور سیرت النبی ﷺ پر ایک کتاب تصنیف کی۔ ان کا بیان ہے کہ مولانا عبداللہ صاحب میرے والد مولانا عطاء اللہ صاحب کے لاڈلے شاگرد تھے اور انہیں ہمارے گھر کا فرد ہی سمجھا جاتا تھا۔ مدرسہ میں دوسرے طلباء سے ان کو ذہانت وفطانت اور علمی استعداد کے باعث امتیازی حیثیت حاصل تھی اور یہ اپنی ہنس مکھ طبیعت سے رونق لگائے رکھتے تھے۔“

مولانا محمد عبداللہ صاحب درس نظامی کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور ان کے دورہ تفسیر میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد وہ دعوت وتبلیغ کے میدان میں جت گئے اور جو علم انہوں نے حاصل کیا تھا اسے لوگوں تک پہنچانا اپنے اوپر فرض عین کرلیا۔ 1937ء میں انہوں نے ولن مل دھاریوال سے اپنی خطابت کا آغاز کیا۔ اور 1947 تک دس سال آپ ولن مل دھاریوال کی مسجد کے امام وخطیب رہے‘ 14 اگست 2002ء کو میں بورے والا مولانا عبداللہ صاحب کی خدمت میں ان کے صاحبزادے حافظ لقمان سلفی مرحوم کی تعزیت کے لئے حاضر ہوا۔ نماز ظہر پڑھ کر ان کی خدمت میں سلام عرض کیا‘ خیر وعافیت کے تبادلے کے بعد وہ پرانے واقعات سنانے لگے۔ ان کی بہت بڑی خوبی تھی کہ انہیں سینکڑوں واقعات من وعن یاد تھے اور 60‘70 سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود وہ واقعات ان کے ذہن پر نقش تھے۔ بابا جی اپنے استاد گرامی مولانا عطاء اللہ مرحوم کا تذکرہ کرتے ہوئے بتانے لگے کہ ایک بار استاد محترم ولن مل دھاریوال تشریف لائے‘ جمعہ کا دن تھا میں نے ان کی خدمت میں گذارش کی کہ وہ ازراہ کرم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ استاد جی نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے اٹھارہویں پارے کا ابتدائی رکوع پڑھا جس کی ابتداء قد افلح المومنون سے ہوتی ہے۔ ان آیات کی تفسیر انہوں نے بڑے عام فہم انداز میں بیان کی جسے سن کر لوگ از حد متاثر ہوئے۔ وہ سردیوں کے دن تھے اور استاد جی نے کھیس اوڑھ رکھا تھا‘

ان کی سادگی اور شخصیت میں بڑا رعب تھا''

مولانا محمد عبداللہ صاحب 1937ء سے 1947ء تک ولن مل دھاریوال کی مسجد میں فریضہ خطابت ادا کرتے رہے۔ اگست 1947ء میں مشرقی پنجاب کے سکھوں نے مسلمانوں کو قتل و غارت کا نشانہ بنایا تو وہ اپنے خاندان کے ہمراہ براستہ ڈیرہ بابا نانک پاکستان میں داخل ہوئے۔ مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے رائے ونڈ آئے یہاں ان کے برادر نسبتی قیام پذیر تھے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب ''بزم ارجمنداں'' میں لکھتے ہیں کہ..... مولانا کا قافلہ پچاس ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ ایک بہت بڑی حویلی ان کے برادر نسبتی کے قبضے میں تھی' مولانا عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے اسی حویلی میں پڑاؤ کیا۔ اس وقت عیدالاضحیٰ میں چار دن باقی تھے۔ مولانا نے چالیس روپے میں قربانی کے لئے گائے خریدی۔ رائے ونڈ میں اس وقت ایک ہی مسجد تھی' جس کی رجسٹری حاجی محمد عاشق کے نام تھی اور وہ اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا عید کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے تو ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ حاجی محمد عاشق کو کسی نے کہہ دیا کہ یہ عالم دین ہیں۔ حاجی صاحب ان کے پاس آئے اور عید پڑھانے اور خطبہ ارشاد فرمانے کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا۔ خطبے کا موضوع حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہجرت۔ اور ان کا جذبہ قربانی تھا۔ سامعین میں اکثریت مشرقی پنجاب سے آنے والے لوگوں کی تھی اور ترک وطن کے زخم ابھی تازہ تھے۔ تقریر کے الفاظ و انداز کی اثر پذیری سے ہر آنکھ پرنم تھی اور ہر دل تڑپ رہا تھا۔ نماز عید کے بعد مولانا اپنی رہائش گاہ پر تشریف لائے اور گائے کی قربانی میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حاجی محمد عاشق ریڑھی لئے کھڑے ہیں' جس پر ایک بوری آٹے کی اور ایک بوری چاولوں کی ہے۔ کہا یہ حقیری سی خدمت قبول فرمایئے۔ ساتھ ہی پانچ سو روپے نقد عنایت کئے۔ یہ بہت بڑی مدد تھی جو اس وقت انہوں نے فرمائی اور لٹے پٹے قافلے کو سہارا دیا۔ (بزم ارجمنداں از مولانا محمد اسحاق بھٹی۔ ص 608)

مولانا محمد عبداللہ صاحب کچھ عرصہ رائے ونڈ میں قیام پذیر رہے اور کچھ عرصہ جامع مسجد فریدیہ اہل حدیث قصور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ 1949ء میں آپ جماعت اہل حدیث بورے والا کے اصرار پر بورے والا تشریف لے آئے۔ انہوں نے بورے والا کی جامع مسجد اہل حدیث میں جو پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں سورۃ العصر کی تفسیر بیان کی جسے سامعین نے بہت پسند کیا۔ ان دنوں یہ مسجد

بہت چھوٹی تھی، مولانا محمد عبداللہ صاحب کی کوششوں سے اب بہت وسیع ہوگئی ہے۔اوراسے چندسال پہلے از سرنو خوب صورت تعمیر کیا گیا ہے۔ نیز بورے والا اوراس کے گردونواح میں اہل حدیث کی ایک درجن سے زائد مساجد تعمیر ہوچکی ہیں۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب بلند آہنگ خطیب تھے۔ ان کے وعظ کی اثر آفرینی سے ہزاروں لوگ راہ راست پر آچکے ہیں۔ وہ عام فہم انداز میں بڑی پیاری گفتگو کرتے اورعلم وحکمت کے موتی بکھیرتے چلے جاتے۔ عالم پیری میں بھی ان کی خطابت کی بڑی دھوم تھی۔ لوگ ان کا وعظ سننے دور دور سے دیوانہ وار چلے آتے۔

قرآنی خدمات

اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد عبداللہ صاحب کوعلم وعمل کے ساتھ تفقہ فی الدین اورقرآن فہمی سے بھی خوب نوازا تھا۔ آپ نے نماز فجر کے بعد چار باردرس قرآن میں قرآن مجید کی مکمل تفسیر بیان کی۔ آپ صبح کے درس قرآن کے لئے باقاعدہ تیاری کر کے آتے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ ''بندہ نومبر 1949ء کو رائے ونڈ سے بورے والا آ گیا۔ سواد سفر ایک تفسیر ابن کثیر مصری کی جلد اول تھی۔ ان دنوں بورے والا میں صرف جھگی نما ایک چھوٹی کچی مسجد تھی۔ بجلی وغیرہ بھی یہاں نہیں تھی، دیسی سرسوں کے تیل کے دیئے کی روشنی میں بعد نماز فجر قرآن پاک کا درس شروع کیا گیا۔ بلاناغہ درس کے باوجود 10 سال میں درس قرآن اللہ کی توفیق سے ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے شکریہ پر حاضرین کی دعوت کی گئی۔ اوردودھ، چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔ الحمدللہ

دوسری بار 1959ء میں درس قرآن کا آغاز کیا گیا۔ اب کتابوں کی فراہمی بھی کچھ آسان ہو گئی تھی۔ مالی طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی برکت سے خوش حالی عطا کردی۔ تفسیر خازن، تفسیر کبیر، تفسیر ابن جریر، فتح القدیر، مدارک، جلالین، جامع البیان اوردیگر مکاتب فکر کے علماء کے تراجم بھی مہیا ہوگئے تھے۔ اب تفسیر ابن کثیر اوردیگر تفاسیر وتراجم کی معاونت سے بارہ سال میں 1971ء میں دوسری بار درس قرآن میں قرآن پاک کو مکمل کیا۔

تیسری بار 1972ء میں ابتداء سے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ جو تبلیغی پروگراموں

میں مصروفیت کے باوجود 1985ء میں تکمیل کو پہنچا۔

چوتھی بار 1985ء میں ترتیب سے درس قرآن کا آغاز ہوا۔ اب مولانا محمد عبداللہ صاحب کی بینائی بھی کم زور ہو چکی تھی انہوں نے آنکھوں کا آپریشن کروایا اور نظر کا چشمہ لگا کر درس قرآن ارشاد فرماتے رہے اور 1997ء میں درس قرآن میں مکمل قرآن مجید کا درس ختم کیا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب عالم پیری میں نظر کی کمزوری' بڑھاپے' نقاہت اور دیگر کچھ عوارض کے باوجود عزم جواں رکھتے تھے۔ قرآن کریم سے محبت ان کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھی انہوں نے پانچویں بار ترتیب سے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جو آخر عمر تک جاری رہا ان کا یہ درس قرآن اب نماز فجر کے بعد کی بجائے نماز عصر کے بعد ہوتا تھا۔ بلا شبہ یہ بہت بڑی خدمت قرآن ہے جو مولانا عبداللہ صاحب نے انجام دی ہے۔ تقسیم ملک سے پہلے کے سات سال اور ایک سال رائے ونڈ ضلع قصور کے درس قرآن کو بھی شامل کیا جائے تو یہ مدت 72 سال بنتی ہے اور خادم قرآن کی حیثیت سے یہ بہت بڑی خدمت قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

مولانا محمد عبداللہ صاحب کو تحریر و نگارش سے بھی خاص شغف تھا۔ انہوں نے کوئی کتاب تو مرتب نہیں کی البتہ ان کے علمائے اہل حدیث کے بارے مضامین جماعتی رسائل میں اشاعت پذیر ہو کر ہمارے مطالعے میں آتے۔ وہ خوب صورتی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے اور پیارے اسلوب میں اکابرین جماعت کا تذکرہ کرتے تھے۔ چند سال پہلے انہوں نے شیخ الاسلام' فاتح قادیان' مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور میں متعدد مضامین لکھے تھے۔ اور ان میں حضرت شیخ الاسلام کی زندگی کے بعض گوشوں کو اجاگر کیا تھا۔ کسی کو چاہئے کہ مولانا عبداللہ صاحب کے تمام مضامین کو یکجا کر کے شائع کر دے۔ اس سے جماعتی تاریخ کے بہت سے واقعات محفوظ ہو جائیں گے۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب نے سیاست میں تو زیادہ حصہ نہیں لیا البتہ مذہبی تحریکوں میں سرگرم عمل رہے۔ فتنہ مرزائیت کے خلاف انہوں نے قیام پاکستان سے پہلے بھی خوب کام کیا اور قیام پاکستان کے بعد بھی وہ قادیانیوں کے خلاف پیش پیش رہے۔ اس راہ میں انہیں مصائب و آلام سے بھی دوچار ہونا پڑا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ وہ ہر موقع پر ثابت قدم رہے' اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور انہوں نے دھڑلے سے قادیانی نبوت کے جھوٹے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی کے ڈھول کا پول کھولا۔

مولانا عبداللہ صاحب نے 1935ء میں جب وہ مولانا عطاء اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں زیر تعلیم تھے قادیانیت کے خلاف پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا پون صدی کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی مولانا محمد عبداللہ سال میں ایک بار اس خطبے کی تجدید کرتے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب پہلی بار 1939ء میں جیل گئے تھے۔ انہوں نے بٹالہ سے چھ میل دور دیال گڑھ کے قریبی گاؤں ''ہرسیاں'' میں مرزائیوں کے خلاف تقریر کی تھی۔ اس پاداش میں انہیں گرفتار کر لیا گیا اور ایک ہفتے بعد ان کی ضمانت ہوئی۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی مولانا محمد عبداللہ صاحب سرگرم عمل رہے اور انہیں کراچی جیل میں ایک ماہ گزارنا پڑا۔ 1955ء میں انہوں نے خانیوال میں تقریر کی اور ختم نبوت کے مسئلے کو اجاگر کیا اس ضمن میں قادیانی مذہب بھی زیر بحث لائے۔ اس جرم میں انہیں جیل بھیج دیا گیا اور ایک ماہ دس دن بعد ضمانت ہوئی۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب اس دور کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

بٹالہ اور امرتسر قریب قریب ہونے کی وجہ سے اکثر فاتح قادیان کی زیارت و ملاقات ہوتی رہی اور ان کے بیانات اور مناظرات دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔ تقریباً زندگی کا گیارہ سالہ بہترین دوران کی رفاقت اور قرب میں بسر کرنے کا موقع ملا۔ (الحمد للہ علی ذالک)

برصغیر پاک و ہند کی تقسیم سے پہلے دس سالہ دور خطابت' توحید و سنت' اصلاح معاشرہ اور سیرت مصطفیٰ ﷺ کی تبلیغ اور رد قادیانیت میں بسر کرنے کا موقع ملا' اس دوران کئی مرزائیوں سے مناظرات بھی ہوئے۔ برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے بعد 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی حصہ لینے کا موقع ملا' بوریوالا ضلع ملتان (حال ضلع وہاڑی) ختم نبوت کے پروانوں کا جو پہلا قافلہ کراچی روانہ ہوا' اس میں بحیثیت قائد قافلہ جانے کا موقع ملا۔ کراچی جیل میں ایک ماہ تک قیام پذیر ہو کر اللہ تعالیٰ نے سنت انبیاء کی اتباع کا موقع فراہم کیا۔ (کیونکہ دین کی خاطر جیل میں جانا بھی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے)

پھر اس کے بعد 1995ء میں رد قادیانیت کے سلسلہ میں خانیوال ضلع ملتان (اب خانیوال خود ایک ضلع ہے) ایک تقریر کی وجہ سے ملتان جیل میں جانا پڑا' جب مجھے خانیوال کی پولیس گرفتار کر کے اور ہتھکڑی لگا کر ملتان لے کر گئی تو ایک سب انسپکٹر اور دو کانسٹیبل ساتھ تھے' پھر وہ مجھے جیل کے دفتر میں لے گئے یہاں سے انہوں نے مجھے کسی بارک میں بھیجنا تھا میں وہاں کلرک کے پاس کھڑا ہو گیا اور وہ اپنے رجسٹر کھول کر دیکھنے لگا اور اسی دوران اس کے میز پر پڑے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی' اس نے فون اٹھایا اور فون پر کسی

سے بات کرنے لگا' بات کرتے کرتے کہنے لگا کہ مولوی صاحب آپ کے لیےفون آیا ہےفون پکڑیں اور بات سنیں' میں نے جب ٹیلیفون کان سے لگایا تو وہ سپرنٹنڈنٹ جیل کا فون تھا۔اس نے کہا مولوی صاحب السلام علیکم۔ میں نے جواب میں وعلیکم السلام کہا' کہنے لگا میں سپرنٹنڈنٹ جیل بول رہا ہوں میں نے کہا حکم کریں کہنے لگا حکم نہیں گذارش ہے کہ ہمارے خطیب صاحب جو جیل میں خطبہ جمعہ دینے آیا کرتے ان کی آج درخواست آ گئی ہے کہ وہ بیمار ہیں اس لیے جمعہ کی خطابت کا انتظام کر لیں۔

اس دن چونکہ جمعہ تھا اور سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مجھے اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے شیشے کی کھڑکی میں سے دیکھ لیا تھا اس لیے مجھے ایک عالم دین سمجھ کر ٹیلیفون کیا۔دفتر میں کلرک کے پاس میں ابھی پہنچا تھا۔ کہنے لگا مولوی صاحب آج آپ خطبہ جمعہ ارشاد فرمادیں میں نے ان سے انکار کیا اور کہا کہ جون کا مہینہ گرم ترین مہینہ ہے میں کئی دن حوالات میں رہا ہوں' میرے کپڑے بھی پسینے سے خراب ہیں اور جسم بھی گندا ہے اس لئے میں جمعہ نہیں پڑھا سکتا۔اس نے کہا مولوی صاحب! گذارش قبول فرمائیں' میں کپڑے بھی نئے بھیجتا ہوں' اور پانی بھی غسل کرنے کے لئے اور آپ کے لئے ناشتہ وغیرہ بھی بھیجتا ہوں آپ میری گذارش قبول کریں اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں' کلرک مجھے آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا کہ صاحب کی بات مان جائیں' میں نے کہا آپ مجبور کرتے ہیں تو آپ کے کہنے پر خطبہ جمعہ دے دیتا ہوں۔ میں ابھی وہاں ہی بیٹھا تھا ایک قیدی اپنے سر پر پانی کا ٹین رکھ کر لا رہا تھا اور صابن دھنیا کا تیل بھی ساتھ تھا' اس کے بعد ایک قیدی کپڑوں کا نیا جوڑا اور اس کے ساتھ 376 کی ململ کی پگڑی' کرتا' بنیان' ملتانی لاچہ' جرابیں وغیرہ لے کر آ گیا۔ پھر اس کے بعد ایک اور قیدی آ گیا اور اس کے ہاتھ میں ایک بڑی ٹرے تھی جس میں دو پراٹھے' تین انڈے' دہی' مکھن اور چائے تھی۔ کہنے لگا کہ یہ آپ کا ناشتہ ہے۔میں نے کلرک سے کہا کہ دیکھو جب میں جیل میں داخل ہونے لگا تو آپ کے پولیس والوں نے میری مکمل تلاشی لی اور پان بھی نکال لیا لیکن وہ میرے سینے سے قرآن نہ نکال سکے' اور یہ سب قرآن کی برکت سے ہے۔

میں نے غسل کیا' نئے کپڑے پہنے' پھر ناشتہ کیا تو جمعہ کی اذان ہو گئی' میری عمر اس وقت تقریباً چالیس سال تھی' جیل کے تمام قیدی اور افسران بڑی تعداد سے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آئے' میں نے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ سورہ یوسف جیل میں پڑھنے کا مزا آتا ہے۔میں نے خطبہ جمعہ میں (رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه) کی تشریح کی' اللہ تعالیٰ

نے اس قدر توفیق بخشی کے پونے دو گھنٹے خطبۂ جمعہ دیا' اتنا موئثر ثابت ہوا کہ قیدی نعرے مار رہے تھے اور سورہ یوسف کا ترجمہ اور تفسیر سن کر رو رہے تھے' جیل کی فضا نعرہ تکبیر سے گونج رہی تھی۔ اب جیل کے افسران پریشان تھے کہ قیدی کہیں بغاوت نہ کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے عزت عطا کر دی' (اور یہ سب کچھ قرآن کی برکت ہے) جب نماز جمعۃ المبارک ادا کی تو میرے پیچھے ملتان کے دو نوجوان رئیس زادے بھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے اور وہ کسی کے قتل کے جرم میں قید تھے اور انہوں نے اپنا کھانا گھر سے منظور کروایا ہوا تھا۔ وہ بڑے احترام سے ملے اور پوچھا مولانا کہاں سے آئے ہیں؟ اور کس سلسلہ میں جیل میں آ گئے؟

میں نے کہا کہ میں بوریوالا کی مرکزی جامع مسجد اہلحدیث کا خطیب ہوں اور خانیوال میں ختم نبوت کے موضوع پر ایک تقریر کی اور جس میں کھل کر مرزائیت کی تردید کی ہے۔ وہاں کا تھانیدار مرزائی تھا اور رپورٹر بھی مرزائی تھا انہوں نے رات ہی کو میرے وارنٹ گرفتاری جاری کروا کر مجھے گرفتار کروالیا' اگلے دن انتظامیہ جلسہ نے ضمانت کی درخواست دی' لیکن اس وقت پتہ چلا کہ ملتان کا سیشن جج بھی مرزائی ہے۔ اور اس نے میری ضمانت کی درخواست مسترد کر دی' جس کی وجہ سے پولیس مجھے آج ہی جیل لائی ہے' اور یہ میری اور آپ کی ملاقات کا سبب بنا ہے۔ وہ دونوں نوجوان حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے مقتدی تھے وہ کہنے لگے مولوی صاحب آپ کھانا ہمارے ساتھ کھایا کریں ہمارا کھانا گھر سے آتا ہے میں نے انکار کیا لیکن ان کا اصرار غالب آ گیا' میں نے ان کی دعوت قبول کر لی' ان میں سے ایک پھر کہنے لگا کہ مولوی صاحب آپ تو پان بھی کھاتے معلوم ہوتے ہیں میں نے جواب دیا کہ ہاں پان کھاتا ہوں لیکن جب پولیس والوں نے تلاشی لیتے وقت میرا پان نکال لیا تو میں نے اپنے نفس سے کہا تھا کہ دیکھو یہاں کتنی پابندی ہے اب پان مت مانگنا' کہنے لگے ان سے مانگیں کیوں؟ ہمارے دونوں بھائیوں کے سولہ پان روزانہ گھر سے آتے ہیں' اب آج سے آٹھ پان آپ کے بھی آیا کریں گے' میں ایک ماہ اور تین دن ملتان ڈسٹرکٹ جیل میں رہا اور ان نوجوانوں کا صبح کا ناشتہ' دوپہر کو کھانا' بعد نماز عصر چائے' رات کا کھانا آتا اور بہت پُر تکلف کھانا ہوتا۔ جیل میں میرے ساتھ ملاقات کرنے جو بھی آتا میں کہتا کہ ابھی دو چار ماہ میری ضمانت نہ کروانا کیونکہ یہاں بہت آرام ہے۔ لیکن آخر کار حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے میاں محمود علی صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ کر میری لاہور ہائیکورٹ سے ضمانت کروا دی۔ اسی طرح

پوری زندگی اسی انداز سے گزری ہے۔ یہ ایک مختصر سا تعارف ہے۔

کبھی فرصت ہو تو سن لینا...... بھری پڑی ہے داستان میری

تحریک ختم نبوت سے میرا 80 سال پرانا تعلق ہے اور ہمارا یہ خاندانی سرمایہ ہے جس کی وجہ سے میرے عزیزم بیٹے (ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر) جن کا قلمی نام ڈاکٹر بہاؤالدین سلفی ہے نے تحریک ختم نبوت کی آٹھ جلدیں لکھ کر (انڈیا' برطانیہ اور مکتبہ قدوسیہ لاہور سے شائع کروا کر پورے پاکستان میں پھیلا دی ہیں اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر ان پر بھی نظر ڈال لیں شاید فائدہ ہو جائے (شکریہ) (ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور ختم نبوت نمبر بنام ''قندیل'' اپریل مئی 2009ء) (یاد رہے کہ تحریک ختم نبوت کی اب پندرہ جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ الحمدللہ)

کسی دور میں نصرت ٹرانسپورٹ کمپنی کی بسیں لاہور سے فیصل آباد (اس دور کا لائل پور) چلتی تھیں۔ فیصل آباد میں اس کمپنی کا بس اڈا کارخانہ بازار کے باہر ہوا کرتا تھا۔ اور یہ بس کمپنی مرزائیوں کی تھی ۔ایک بار مولانا محمد عبداللہ صاحب لاہور سے نصرت ٹرانسپورٹ کی بس کے ذریعے لائل پور آئے۔ رات کو انہوں نے دوران تقریر تذکرہ کیا کہ میں لاہور سے نصرت بس پر بیٹھ کر ساڑھے تین گھنٹہ میں لائل پور پہنچا ہوں۔ قادیانیوں نے اس بات پر ان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ مولانا عبداللہ صاحب پیشی پر عدالت میں حاضر ہوئے اور اپنا بیان دیا۔ عدالتی کارروائی کے بعد انہوں نے کہا کہ آئندہ پیشی پر میں یہ بھی بتاؤں گا کہ نصرت بس کمپنی پر بیٹھ کر مجھے کتنا لطف آیا اور سفر کتنا آرام دہ رہا۔ ان کی یہ بات بھی مرزائیوں کو چبھ گئی۔ اب ان کو کسی نے مشورہ دیا کہ اس مولوی سے جان چھڑا لو ورنہ یہ آئندہ تمہیں عدالت میں بڑا رسوا کرے گا' لہٰذا مرزائیوں نے اپنا مقدمہ واپس لے لیا۔

1974ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور کردار ادا کیا اور بورے والا کی مذہبی قیادت میں ان کا کام اور نام نمایاں تھا۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ میں بھی مولانا محمد عبداللہ صاحب کی خدمات قابل قدر ہیں۔ جس طرح ان کی عمر طویل تھی اسی طرح ان کی خدمات کا دائرہ بھی وسعت پذیر تھا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب بڑے وضع دار اور پُر وقار عالم دین تھے۔ ہمیشہ اپنی عزت و وقار کا خیال رکھتے۔ ایک بار انہوں نے قصور کی جامع مسجد فریدیہ اہل حدیث میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ رات کو ان کا قیام بھی قصور میں ہی تھا۔ مشہور مغنیہ ملکہ ترنم نور جہاں کا تعلق بھی قصور سے ہے اور ان کا آبائی گھر بھی وہیں

ہے۔ان دنوں نور جہاں قصور میں تھیں، اس کو مولانا محمد عبداللہ صاحب کی قصور آمد کا پتہ چلا تو اس نے اپنا خادم بھیجا کہ باباجی صبح ناشتہ ان کے ہاں کریں۔مولانا محمد عبداللہ صاحب نے انکار کر دیا۔بعض لوگ کہنے لگے آپ اس کی دعوت قبول کر لیتے اس میں حرج ہی کیا تھا۔لیکن مولانا محمد عبداللہ صاحب فرمانے لگے میں نہیں جاؤں گا۔اور مولانا محمد عبداللہ صاحب نور جہان کے لاکھ اصرار پر ان کے ہاں ناشتہ کرنے نہیں گئے اور ایک عالم دین ہونے کی حیثیت سے اپنے مقام و مرتبے کو بلند رکھنا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب کا امتحان لینے کے لئے بسا اوقات انہیں مختلف طریقوں سے آزمایا گیا۔مولانا بتایا کرتے کہ ایک بار منڈی بہاؤالدین سے خط آیا کہ فلاں تاریخ کو آپ تشریف لائیں اور اپنے خطاب سے سامعین کو مستفید فرمائیں۔خط پڑھ کر میں منڈی بہاؤالدین گیا رات کو تقریر کی اور واپس آ گیا، انہوں نے واپسی پر پوچھا تک نہیں۔تھوڑے دن گزرے ان کی طرف سے پھر خط آیا کہ تشریف لائیں اور تقریر کریں۔مولانا بیان کرتے ہیں کہ خط پڑھ کر میں نے خود سے کہا مولوی! یہ تیری آزمائش ہے۔کہیں پھسل نہ جانا۔وہ آزمانا چاہتے ہیں کہ کیا مولوی کرایہ کے بغیر بھی آ سکتے ہیں۔چنانچہ میں وقت مقررہ پر منڈی بہاؤ الدین پہنچا اور تقریر کی۔جن لوگوں نے مجھے بلایا تھا ان کا صابن کا کارخانہ تھا۔وہ صبح اپنی گاڑی میں مجھے بتی چوک لاہور چھوڑ گئے اور جاتے ہوئے ایک پیٹی صابن کی اور گیارہ سو روپے میری واسکٹ کی جیب میں ڈال گئے یہ سستے زمانے کی بات ہے" اس واقعہ سے مولانا محمد عبداللہ صاحب کی تبلیغی مساعی میں خلوص کو دیکھا جا سکتا ہے۔

لالچ، طمع و حرص سے کوسوں دور رہ کر انہوں نے خدمت دین کا فریضہ ادا کیا اور اپنی عزت اور علماء کی عظمت و وقار کو ہمیشہ قائم و دائم رکھا۔اصل میں مولانا محمد عبداللہ صاحب نے جن لائق اساتذہ کرام اور عالی قدر بزرگان دین کے زیر سایہ رہ کر تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کیں یہ اسی کا اثر ہے۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص ارادت مند اور شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔مولانا بیان کیا کرتے کہ مولانا امرتسری مجھ پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔اور بسا اوقات تبلیغی پروگراموں میں بھی ساتھ لے جاتے۔بڑے سخی اور فیاض تھے ہمیشہ دوسروں کا خیال رکھتے۔ایک بار ان کے ساتھ شورکوٹ جانے کا اتفاق ہوا۔شہر اسٹیشن سے تین چار میل ہٹ کر ہے۔لوگ شیخ الاسلام کے استقبال کے لئے دور دور سے آئے ہوئے تھے۔ان میں علاقے کے ہندو

اور سکھ بھی بڑی تعداد میں تھے۔ ہزاروں کا مجمع تھا۔ جب ہم کینٹ اسٹیشن سے شہر کو جانے لگے تو شہر کا ایک سکھ رئیس مجمع سے نکل کر آگے آیا اور مولانا امرتسری کی خدمت میں آداب بجالا کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور ساتھ ہی لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا یہ مسلمانوں کا ''درشنی'' مولوی ہے۔ رات کو مولانا امرتسری مرحوم نے شورکوٹ میں انعقاد پذیر جلسے میں تقریر کی مسلمان تو متاثر ہوئے ہی لیکن غیر مسلم بھی بڑے متاثر ہوئے۔''

بلاشبہ مولانا محمد عبداللہ صاحب پرانے دور کی یادگار تھے۔ انہوں نے نیک لوگوں کا ساتھ پایا۔ وہ جس دور میں پلے بڑھے اور جس ماحول میں تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کیں اسے سنہری دور سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس دور میں مختلف تحریکیں اور جماعتیں میدان کارزار میں سرگرم عمل تھیں۔ ہندو سکھ عیسائی اور مسلمان اپنے اپنے مذہب کی اشاعت میں لگے ہوئے تھے۔ اور اس سلسلے میں وہ ایک دوسرے سے مناظرے اور مباحثے بھی کرتے تھے اور دوسری طرف مل کر انگریز سے آزادی کے لئے کام بھی کر رہے تھے۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب نے ان حالات کا بطور جائزہ لیا اور پھر ان کا علاقہ بٹالہ بھی قادیانی فتنہ کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ان حالات میں مولانا عبداللہ صاحب نے اسلام کی نشرواشاعت کے لئے اہل حدیث اسٹیج سے کام کرنا شروع کیا۔ قادیانی مذہب کے خلاف انہوں نے تقریر و تحریر سے کام کیا اور دیگر مذاہب باطلہ کے خلاف بھی انہوں نے زبان و بیان سے جہاد کیا۔ تقسیم ملک سے پہلے آپ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے منسلک رہے جس کے ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ قیام پاکستان کے بعد جب 24 جولائی 1948ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس سے منسلک ہو گئے اور تاحیات مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ ہی رہے۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی ان پر بہت اعتماد کیا کرتے تھے اور ان اکابرین جماعت کے ساتھ مل کر مولانا محمد عبداللہ صاحب نے جماعت کی تعمیر و ترقی کے لئے دن رات کام کیا۔

مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری دوستوں کے دوست اور یاروں کے یار تھے۔ جن حضرات کے ساتھ ان کا ذرا سا بھی تعلق رہا انہیں یاد رکھتے۔ اپنے اساتذہ کرام کا ذکر خیر عقیدت سے کرتے، چھوٹوں پر

شفقت فرماتے۔ فیصل آباد تشریف لاتے تو ان کی کوشش ہوتی کہ دوستوں سے ضرور ملاقات کی جائے۔ ان کی خواہش پر کئی بار ہم ان کے استاد زادے حافظ سلیمان ایم ایڈ مرحوم کو ان کے گھر سمن آباد جا کر ملے اس موقع پر ہمارے مرحوم دوست علی ارشد چودھری اپنی گاڑی سمیت ہمراہ تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب بذلہ سنج اور باغ و بہار طبیعت کے انسان تھے وہ اپنی گفتگو اور شرینی گفتار سے خوب محظوظ کرتے۔ ایک بار فیصل آباد تشریف لائے اور مجھے ٹیلی فون کیا۔ حال احوال پوچھ کر کہنے لگے ارشد مرشد کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا اس وقت تو وہ گھر پر سو رہے ہوں گے نماز ظہر کے بعد ہی شہر آئیں گے پھر پوچھنے لگے حکیم عبدالستار کے بیٹے حافظ حبیب الرحمان کہاں ہوں گے؟ میں نے بتایا کہ حافظ صاحب نماز فجر کے بعد سو جاتے ہیں نماز ظہر میں ہی مسجد میں آئیں گے۔ بابا جی میرا یہ جواب سن کر برجستہ کہنے لگے یہ سارے اصحاب کہف ہی ہیں جو سوئے ہوئے ہیں۔ ان کی اس برجستہ گوئی نے بڑا لطف دیا۔ اپریل 2004ء میں مولانا محمد عبداللہ صاحب فیصل آباد تشریف لائے اور مسجد کوثر اہل حدیث افغان آباد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ کے بعد راقم اور علی ارشد چودھری نے ان کو ساتھ لیا اور مختلف احباب سے ملاقاتیں کرائیں۔ نماز عصر ہم نے محمدی مسجد اہل حدیث نثار کالونی میں ادا کی۔ راقم نے عرض کیا بابا جی قریب ہی میرا غریب خانہ ہے تشریف لائیں نوازش ہو گی انہوں نے بلا تامل میری گذارش مان لی اور میرے گھر تشریف لے آئے۔ انہوں نے خیر و بھلائی کی دعا بھی فرمائی۔ کھانا تیار تھا ان کو پیش کیا۔ کھانا تناول فرما کر محبت سے کہنے لگے سلفی تمہاری بیوی کوئی ''رابعہ بصری'' معلوم ہوتی ہے۔ دیکھیں کتنی جلدی اتنا اچھا کھانا تیار کر کے ہماری ضیافت کی ہے'' بلاشبہ مولانا صاحب باوفا اور بے لوث انسان تھے زندگی بھر مولانا محمد عبداللہ صاحب کی صحت بہت اچھی رہی کھانا کم کھاتے' تازہ سبزیاں ان کی مرغوب غذا تھی۔ چائے کے شوقین تھے اور پان بھی چباتے تھے۔ عصر حاضر کے واعظین کی طرح نخرے بالکل نہیں کرتے تھے اپنی مسجد کے خطیب و امام بھی تھے۔

1957ء میں مولانا محمد عبداللہ صاحب نے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث بورے والا میں ''مدرسہ محمدیہ'' کی بنیاد رکھی۔ بطل حدیث حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا افتتاح فرمایا تھا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب اس مدرسہ میں عرصہ دراز تک طلبہ اور طالبات کو ترجمۃ القرآن اور ناظرہ قرآن پڑھاتے رہے۔ شعبہ حفظ القرآن کے لئے بھی استاد تھا۔ اس مدرسہ سے

حافظ عبدالستار شیخ الحدیث کوٹ ادو (وفات 19 جنوری 2009ء) قاری محمد رمضان سینئر مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد' پروفیسر عبدالرحمان لدھیانوی اور حافظ محمد لقمان سلفی (وفات 10 جون 2002) جیسے نامور علماء نے تعلیم حاصل کی۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب سے متعلق نگارشات ان کی عمر کی طرح طویل ہوگئی ہیں۔ اب ان کی اولاد کے بارے چند الفاظ پڑھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چار بیٹوں اور چھ بیٹیوں سے نوازا' بیٹوں کے نام یہ ہیں'

(1) **ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر**' دینی ودنیوی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا ذوق اچھا ہے۔ 1970ء کے عشرے میں جامعہ سلفیہ میں انگریزی کے استاد رہے۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور اور بعض دوسرے سرکاری کالجز میں پروفیسر رہے۔ 1987ء سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث ان کی شاہکار تصانیف ہیں جو پاک وہند سے شائع ہوکر اہل علم سے داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے تفصیلی حالات میں نے ان کی تحریک ختم نبوت کی جلد نمبر 9 کے شروع میں تفصیل سے لکھے ہیں۔

(2) **حافظ محمد لقمان غضنفر سلفی**' جید عالم دین تھے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے اکتساب علم کیا۔ 17-18 سال میاں چنوں کی جامع مسجد اہل حدیث میں خطیب رہے۔ 10 جون 2002ء کو انہوں نے میاں چنوں میں ہی وفات پائی۔ بڑے خلیق' ملنسار اور خوش طبع عالم دین تھے۔ ان کے تفصیلی حالات جاننے کے لئے' راقم کا مضمون ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کے 14 اپریل 2003ء کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیے۔

(3) **ریاض قدیر**' بورے والا میں رہتے ہیں اور اپنا کاروبار کرتے ہیں' نیک اور صالح انسان ہیں۔

(4) **زبیر احمد**' مستند عالم دین ہیں' بورے والا کے ایک سرکاری سکول میں پڑھاتے ہیں اور مرکزی جامع مسجد اہل حدیث میں خطیب بھی ہیں۔ بابا جی نے اپنی زندگی میں ہی ان کو اپنی جگہ خطیب مقرر کر دیا تھا۔

بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ صاحب سے متعلق یادوں اور ملاقاتوں کے یہ چند ناقابل فراموش

نقوش ہیں۔ جو میں نے قارئین کے روبرو پیش کیے ہیں۔ مجھ سے کہیں زیادہ بابا جی سے متعلق واقعات ان لوگوں کے دل و دماغ میں محفوظ ہوں گے جن کو راقم سے زیادہ مولانا کی محفل میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ تاہم میرے دل کا تقاضہ اور روح کی پکار تھی کہ بابا جی سے متعلق یادوں کو کاغذ کے سینے پر ثبت کیا جائے۔ اب بابا جی کے بارے میں جماعت اہل حدیث کے عظیم شاعر شیخ سعید الفت مرحوم کے اشعار ملاحظہ فرمایئے جو کئی عشرے قبل لکھے گئے تھے۔

بڑا ہس مکھ تے قابل آدمی ایں	بڑا رونقی زندہ دل آدمی ایں
محمد عبداللہ نام نامی پورا	میں ہاسے ناں' کہناں ہناں بابا بورا
بڑا خوش مزاج اے بڑا خوش کلام ایں	ظرافت دے فن وچ تے اچا مقام ایں
طبع وچ حاضر جوابی بڑی اے	طبیعت وی کوئی جلی نہ سڑی اے
اے مجمعے تے حالی وی چھا جاندا اے	روا جاندا اے' ہسا جاندا اے
دعا ہے خدا ہور ہمت و دھا وے	لمی عمر تے تندرستی عطاوے

شاعر اہل حدیث جناب علیم ناصری مرحوم نے مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری کے بارے میں ایک نظم ان کی زندگی میں لکھی تھی جو قریباً ایک عشرہ قبل ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں شائع ہوئی تھی، موقع کی مناسبت سے اسے بھی نذر قارئین کیا جاتا ہے۔ جناب علیم ناصری فرماتے ہیں:

نام ہے لب پر مرے اک مردِ حق آگاہ کا
یارِ خیر اندیش، مولانائے عبد اللہ کا
وہ مرے مسلک، مرے نطق و نوا کا ہم سفیر
ہم خیال و ہم زبان و دل ربا و دل پذیر
ہم نوائے ہمنوایان، ہم نشینِ ہم دماں
دوست دارِ دوستداراں، خیر خواہِ ہم رہاں
نرم خو و گرم جو، شائستہ خو، شائستہ رو

حق پرستوں کا مصاحب ، اہل باطل کا عدو
خوش کلام و خوش خرام و خوش بیان و خوش زبان
پاک پوش و پاک نوش و پاک چشم و پاک جان
عالمِ نکتہ شناس و فاضلِ رمز آشنا
اک ادیب علم پرور ، اک خطیب خوش نوا
محفلوں میں زعفرانی رنگ بھر دیتا ہے وہ
خشک جانوں کو بھی لالہ زار کر دیتا ہے
غم زدوں کی دور کر دیتا ہے وہ افسردگی
فصل گل بنتی ہے اس کو دیکھ کر پژمردگی
اس کی تقریریں شگفتہ، بزم آرا ، دل نشیں
چٹکلوں میں بھی سبق آموز، معنی آفرین
منبر و محراب میں روحانیت کی آبشار
بزم یاراں میں شگوفوں کی بہار اندر بہار
چھوٹتی ہے بورے والا سے جو اس کی پھلجھڑی
بنتی ہے لاہور کے وہ گل کدوں کی پنکھڑی
آج بھی بانکا ہے میرا سال خوردہ دوستدار
شاہ بالائے مسیحا کا بھی ہے امید وار
اس کا فرزند گرامی دانش و بینش مآب
ملکِ عرفان کا سلیمان صاحب کلک و کتاب
میرے بھائی کی ہو سب اولاد یارب شادمان
ان پہ برسا رحمتیں اے مالک کون و مکاں

دین اور دنیا رہے اس کی متین و تا بدار

وہ رہے اپنے عزائم میں ہمیشہ کا مگار

مولانا محمد عبداللہ صاحب کی زندگی دعوت وتبلیغ سے عبارت تھی اور انہوں نے اس مشن میں عمر گزار دی۔ ایک عرصے سے وہ شوگر اور دل کے عارضے میں مبتلا تھے لیکن عوارض سے زیادہ بڑھاپا ان پر غالب تھا۔ کمزوری، نقاہت اور بڑھاپے کے باوجود وہ تبلیغی پروگراموں میں شوق وعزم سے شریک ہوتے اور اپنی خطابت کی تمام تر رعنائیوں سے سامعین کو محظوظ کرتے۔ 16 اور 17 مارچ کو ماموں کانجن میں آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کی صدارت مولانا محمد عبداللہ صاحب نے فرمائی اور سترہ مارچ کی رات انہوں نے اپنا خطبہ صدارت ارشاد فرمایا جوان کے مخصوص طرز فکر کا آئینہ دار تھا۔ اسی روز دن کے وقت ان کا قیام فیصل آباد میں تھا اور انہوں نے فون کے ذریعے راقم کی خیریت دریافت کی تھی اور اپنی صحت کے بارے بتایا تھا۔ اس کے بعد بھی ان سے گاہے بگاہے رابطہ رہا۔

مئی کے ابتدائی دنوں برادرم محمد سہیل اظہر چودھری نے باباجی کی بیماری کے متعلق بتایا اور کچھ تشویش کا اظہار کیا۔ ان کا علاج جاری تھا کہ 7 مئی کو دوپہر ایک بج کر چالیس منٹ پر نہایت افسردہ لہجے میں سہیل صاحب نے اپنے پیارے بابا کی موت کی اطلاع دی۔ جسے سن کر نہایت صدمہ ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ہفت روزہ الاعتصام لاہور کے دفتر سے مولانا محمد سلیم چنیوٹی نے بھی یہی خبر سنائی۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب کی شدید خواہش تھی کہ وہ بورے والا میں ہی فوت ہوں اور اسی شہر میں انہیں دفن کیا جائے جہاں وہ 63 سال سے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث میں خطابت وامامت کا فریضہ ادا کررہے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب کی وفات کی خبر منٹوں میں پورے ملک اور بیرون ملک پہنچ گئی۔ اور لوگ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے بورے والا پہنچنا شروع ہوگئے 8 مئی کو صبح پونے گیارہ بجے مولانا ارشادالحق اثری صاحب کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی اس میں ہزاروں علماء اور عوام بلاتفریق مسلک شریک ہوئے۔ اور بورے والا میں ہی تدفین عمل میں آئی۔ بورے والا کی تاریخ میں مولانا محمد عبداللہ صاحب کا جنازہ مثالی تھا۔ ان کی وفات کے سوگ میں انجمن تاجران نے مارکیٹیں اور بازار بند رکھے جبکہ سرکاری ونیم سرکاری دفاتر اور سکول وکالج بھی بند رہے۔ اس علاقے کے ایم پی اے خالد محمود بھٹی نے سیکورٹی اور دیگر انتظامات میں بھرپور تعاون کیا۔ دیگر یہ کہ مقامی جماعت نے بھی آنے والوں کے لئے

ٹھنڈے پانی اور کھانے کا خاطر خواہ انتظام کر رکھا تھا۔ بلا شبہ مولانا محمد عبداللہ صاحب اپنے دور کے رفیع المرتبت عالم دین تھے۔ جو اپنے پیچھے بہت سی خوشگوار یادیں چھوڑ گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

اب آخر میں مولانا عبداللہ صاحب کا ایک مکتوب گرامی درج کیا جاتا ہے۔ یہ خط انہوں نے مورخہ 19 مارچ 2004ء کو لکھا تھا ملاحظہ فرمائیں مولانا لکھتے ہیں

حضرت رمضان المبارک سلفی صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' امید ہے کہ آپ ماشاء اللہ بخیریت سے ہوں گے۔ احوال آنکہ آمدہ اخبار اعتصام لاہور کے آخری صفحات پر حافظ ثناء اللہ صاحب خطیب والٹن لاہور اور ڈاکٹر عبدالواحد صاحب سمن آبادی کے انتقال پُر ملال کی خبریں پڑھیں دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ ڈاکٹر صاحب کے بچوں سے میری طرف سے تعزیت فرما دیں مشکور ہوں گا۔ حضرت حافظ سلیمان صاحب کو سلام ضرور پہنچائیں مزید مشکور ہوں گا۔

آپ کے مضامین فوت شدگان پر اکثر پڑھتا رہتا ہوں اور دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ لیکن زندوں پر آپ کم لکھتے ہیں' شائد ان کی بھی موت کے انتظار میں رہتے ہوں۔ پچھلے سال آپ تشریف لائے' رات بھی قیام فرمایا۔ میرا انٹرویو کیا' لیکن ابھی تک وہ مواد شائد آپ کے پاس موجود ہو۔ براہ کرم اس پر بھی کچھ غور فرمائیں اور اس کو شائع کر دیں۔ شاعر توحید الفت مرحوم کی طرح یہ فریضہ ادا کریں وہ لکھتے ہیں

بہت دوست دنیا تو ہو گئے نے راہی
اُنہاں اُتے سی میں قلم کچھ وگائی
پر ایہ بڑا بھاگاں والا جی اے
جدے جیوندے تے قلم وگ گئی اے

مستقبل قریب میں اگر فیصل آباد آنے کا موقع ملا تو زیارت کے لئے حاضر ہوں گا۔ آپ وہ مواد سرگودھا کانفرنس سے پہلے ضرور شائع کرا دیں۔

محمد عبداللہ گورداس پوری بورے والا

☆......☆......☆